

حضرت عمر بن احرار بالہی اور ان کا دلویں

احمد خاتے

*

حضرت عمر بن احرار بالہی رضی اللہ عنہ اہل دُبُر کے مخفرمی شاعر تھے۔ ان کی زندگی کا کچھ حصہ جاہلیت اور زیادہ حصہ اسلام میں گزرا ہے۔ ان کے نسب نامے میں کچھ اختلاف ہے۔ حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں روئیوں کے خلاف لڑے۔ انہی جنگوں میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ کبار صحابہ میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد بہت سے شر کہے ہیں۔ خلافتِ راشدین کے علاوہ خالد بن ولید کی بھی مدرج میں اشارہ لکھے ہیں۔ کسی سبب کی پنا پر زید بن معاویہ سے ناراضی ہو گئے تھے، چنانچہ ان کی بحوث کمی۔ زید نے پڑنے کی

۱- حالاتِ زندگی مندرجہ ذیل کتب میں ملتے ہیں؛ الاصابة في تمييز الصحابة - المؤتلف و المختلف للأمدي - معجم الشعراء المر زباني - الشعر والشعراء لابت قتبية - طبقات فنون الشعراء لابن سلام، تحوله الشعراء للأصمعي - جمهرة أشعار العرب لأبي زيد القرشي - خزانة الأدب للعبد القادر بن عيسى البغدادي - الأعلام للمر زباني - سبط اللائي - كتاب الأغانى لأبي الفرج الأصفهانى - الموضع فى مأخذ العلام على الشعراء للمر زباني -
۲- اہل دُبُر خیر نشین وہ لوگ جو کسی شہر میں نہیں بلکہ غیروں میں زندگی پس رکرتے تھے۔ اور جانور پالا کرتے تھے۔

۳- مخفرمی : وہ شاعر جو دُورِ جاہلیت اور دُورِ اسلام دونوں زمانے پا سکے۔
۴- اسی بحوث کا ایک شعر ہے سے

اذا ماجھعت السرميني و بینه فليس على قتلى يزيد بقارير

(معجم ما استجمع للبکری ط القاهر ۱۹۳۵ ص ۷۲)

کوشش کی مگر اس کے باقاعدہ نہیں آئے۔

اگرچہ ان کی پیدائش اور وفات کے سنین کا صحیح علم نہیں، تاہم اتنا واضح ہے کہ ابن احمد نے یزید بن معاویہ کے عہد (۴۰ھ - ۶۲ھ) کے بعد وفات پانی اور فوتے سال سے کچھ زیادہ ہی عمر ہوئی۔ عبدالملک بن مروان (ابتداء حکومت ۴۵ھ) کی خلافت کے ابتدائی حصے میں بھی بقید حیات تھے۔ غالباً اسی پناہ خیر الدین نرکلی کا خیال ہے کہ ان کا انتقال ۴۵ھ بھری کے لگ بھگ ہوا۔ مقام پیدائش اور مقام وفات بھی معلوم نہیں ہو سکے۔ کچھ اشارے ملتے ہیں کہ آخری عمر میں جزیرہ العرب ہی میں مقیم تھے۔

انوس کہ اس عظیم شاعر اور بطل جلیل کی زندگی کے حالات بہت کم یاب ہیں۔ ممکن ہے مزید چھان بین سے ان کی حیات پر کچھ روشنی پڑ سکے۔ یہ صاحب اپنے قبیله کے مختلف پڑاؤں، اور جنگوں وغیرہ کا ذکر اپنے اشعار میں کرتے ہیں، جن سے اس وقت کے حالات پر کچھ معلومات میسر آ جاتی ہیں۔

ابن احمد ایک بڑے شاعر تھے۔ اگرچہ وہ اجنبی اور شاذ (غیر) الفاظ اپنے کلام میں زیادہ استعمال کرتے تھے پھر بھی ان کی فصاحت، ناقلان شتر اور اہل لخت کے نزدیک مستم مسلم ہے۔ ابن جنی نے اپنی کتاب 'الخصائص' کے باب فی الشیعی یسمح من العرب الفصیح لا يصح من غایہ میں ابن احمد بالہی کے ارجحال اور فصاحت پر بڑی طویل بحث کی ہے۔ اس بحث کے آخر میں فیصلہ کن انداز میں ابن جنی کہتے ہیں: فان الاعرابي اذا قويت فصاحته و سمت طبيعته لصرف و ارجح مالم يسبقها أحد قبله به۔ (ایک بدودی جب قوتِ بیان اور جوشِ طبیعت پر آ جاتا ہے تو زبان میں تصرف گر کے بے محابا ایسا رنگ اختیار کر لیتا ہے جس کی مثال اس سے ما قبل والوں میں نہیں ملتی)۔

ابن احمد بالہی کی قوتِ بیان اس درجہ پر تھی کہ انہوں نے کئی الفاظ بے ساختہ اپنے اشعار میں نظم کر دیئے جو بعد میں عربی زبان کے جزو لا ینفک بن گئے۔ اس طرح کا ارجحال دے ساختگی عجاج (متوفی ۹۰ھ) اور اس کے بیٹے رُدبه (متوفی ۱۲۵ھ) سے بھی مردی ہے۔ جن کے رجیع

اشعار عربی زبان کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ابن احمد عبد الجاہلیت کے چند منتخب شعرا میں سے تھے۔ ابن ججر عقلانی کہتے ہیں: کات من شعراء الجاہلیۃ المعدودین۔ شاعری میں ان کے مرتبے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے اشعار اور امرو الفقیس کے اشعار، ایک طبقے کے نزدیک، خلط ملط جو کئے ہیں۔ یعنی شعری محسان اور تراکیب کے استعمال میں اس قدر مخالفت تھی کہ لوگوں کے لئے ابن احمد اور امرو الفقیس کے اشعار میں تفوق کرنا دشوار ہو گیا۔ المفضل الصبی (متوفی ۵۱۴ھ) نے ابن احمد بابی کو عظیم ترین شعرا میں شمار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: حلوان مخول شعرا اهل نجد الذین ذموا مدحوا و ذهبا فی الشعرا مل مذاہب۔ یعنی ابن احمد اہل نجد کے ان عظیم شعرا میں ہیں جنہوں نے بھجو بھی کہی ہے اور مدح بھی۔ انہوں نے ہر صنف میں جوانانی طبع دکھائی ہے۔ ابو عبیدہ (متوفی ۵۰۹ھ) نے ابن احمد کو طبقہ ثالثہ کے شعرا میں شمار کیا ہے۔ ان کے بارے میں اصمی (متوفی ۵۲۱ھ) کا قول ہے: لیس بفحول ولكنہ دوت هو لاد (المخول)، فوق طبقتہ۔

۴۔ اصمی کی اس رائے کو سمجھنے کے لئے یہ جانا ضروری ہے کہ اصمی فضل کسے کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک فضل الشعرا کی تعریف یہ ہے: اَنَّ الْمُزِيَّةَ عَلَى غَيْرِهِ كَذِبَةُ الْفَحْلِ عَلَى الْحِقَّاتِ (خویلۃ الشعرا ص ۳۳)۔ لسان العرب کی تشرییع کے مطابق فضل کی یوں تعریف ہے: ”کہ جس شاعر نے دوسرے ہم عمر شاعر کے ساتھ شعر سے مقابلہ کیا ہو اور پھر اس پر غالب بھی آیا ہو۔“ خیال رہے کہ ابن احمد نے اس قسم کا شعری مقابلہ کسی سے نہیں کیا۔ (خویلۃ الشعرا ص ۳۳) اس لئے اس نقطہ نظر سے اس شاعر کو نہیں دیکھا جاسکتا۔ اصمی بہت بڑے ناقہ شعر تھے ان کی طبقے اپنے اندر ایک وزن رکھتی ہے۔ انہوں نے شعری محسان کے اعتبار سے بڑے بڑے عظیم شعرا کو بھی فضل کا درجہ نہیں دیا، جیسے الاعشی، عمرو بن كلثوم، عدی بن زید، مہبلہل، البید، حارث بن حلزہ، الراعی اور ابن مقبل وغیرہ اس کے معیار مخولیت پر پوسٹ نہیں اُترتے تھے۔ ان کے بارے میں اصمی نے کہا ہے لیس بفحول۔ یہ بھی خیال رہے کہ اصمی جاہلی شعرا کو محض رسمی اور اسلامی شعرا پر فوکیت دیتے تھے۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر آپ اندازہ لگائیں کہ جس ناقہ شعر نے الاعشی اور (باتی) حاشیہ اگھے صفحہ پر

(اگرچہ یہ صفت اول کے شاعر نہیں، ان سے مکتر ہیں، لیکن اپنے طبقے سے برتر ہیں۔ ابن سلام الحججی (متوفی ۴۲۳ھ) انہیں شعراً میں اسلامیین کے طبقہ شالشہ میں رکھتے ہیں۔ الامدی کی مشہور کتاب 'الموْتَلِفُ وَالْمُخْلَفُ' کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ابن حبیب (متوفی ۴۲۷ھ)، باہلی کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے، کان یتقدیم شعر ادا اهل زمانہ (کروہ اپنے زمانہ کے شعراً میں پیشہ د کا مقام رکھتے تھے)۔ پھر ابن حبیب خود ہی بتاتے ہیں کہ انہوں نے مشہور شعراً کے ساتھ ابن احمد کے مکمل حالات لکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کے کلام کا نونہ بھی دیا ہے۔ مگر افسوس کہ ہمیں اس کتاب کا کہیں سراغ نہیں ملا۔ ابن احمد خود بھی اعلیٰ درجہ کے ناقہ شعر تھے، شعر کے بارے میں انہوں نے جو رائے دی ہے وہ ایک لحاظ سے خود ان پر صادق آتی ہے۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص کسی کے بارے میں اظہار رائے کرتا ہے تو اس سے خود اس کی لیاقت و اہلیت معلوم ہو جاتی ہے۔

گویا اس کی رائے خود اپنے بارے میں بھی معیار کا کام دیتی ہے۔ ابن احمد کی رائے میں زہیر الشعراً

بھے۔ یعنی ان شعراً میں جو اس وقت تک گزد پچکے تھے زہیر ابن الیسلمی کو شعری محسن کی ٹنپ پر فوقیت حاصل ہے۔ زہیر کے بارے میں یہ رائے ابن احمد کے ذوق شعری کی ایک عمدہ دلیل ہے۔

ابن احمد کا دیوان

قرآن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی، مختصری اور اسلامی شعراً کے وہ دو ادین جو سینہ بینہ چلے آرہے تھے یا پھر متفرق اجزاء کی شکل میں موجود تھے، دوسری صدی ہجری میں انہیں باقاعدہ مددون کیا گیا۔^۱ تیسرا صدی ہجری میں ابن احمد کے کلام کا مجموعہ دیوان کی شکل

- (القبیة حاشیة) عمرو بن كلثوم جیسے اصحاب معلقات کو فتح کا درجہ نہیں دیا، باوجود اس کے کہ وہ جاہلی شعراً تھے تو وہ ابن احمد کو یہ درجہ کہاں دیتے۔ مگر ابن احمد کے بارے میں ددت ہولا و فوق طبقتہ کہہ کر اس کے مقام کو ان مذکورہ بالا شعراً سے کہیں اونچا کر دیا ہے۔
- ۷۔ جمہرۃ اشعار العرب ص ۳۲۷، المزہر للسيوطی طبعی البابی بمصر ج ۲ ص ۲۸۱۔
- ۸۔ الامدی نے الموتَلِفُ وَالْمُخْلَفُ میں تقریباً ساٹھ قبائل کے دو ادین کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ ان میں سے اکثر کا وجود نہ تھا۔ مگر جو مجموعے اُس وقت موجود تھے ان میں سے بھی صرف (باتی حاشیہ الگھے صفحہ پر)

میں موجود تھا۔ احمد بن علی بن احمد بن عباس نجاشی (متوفی ۴۲۵ھ) نے اپنی "کتاب الرجال" میں یعقوب بن اسحاق بن السکیت (متوفی ۴۲۳ھ) کے تذکرے میں ضمناً ان شعراء کے دوادین کا ذکر کیا ہے۔ جو ابن السکیت نے جمع کئے تھے۔ اس فہرست میں عمرو بن احمد بahlī کا دیوان بھی شامل ہے۔

یہ قوبلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ ابن احمد کا دیوان شروع میں موجود تھا اور پڑی حد تک سہل المحسول تھا۔ کیونکہ متقدمین کے ان ابن احمد کے اشعار بکثرت ملتے ہیں جو مختلف مقامات پر بطور شواہد و امثلہ پیش کئے گئے ہیں۔ ابن احمد کے دیوان کا ذکر کئی لغولیوں کے ہاں بھی موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابن احمد کے دیوان کو مشکل کلمات اور نادر تر کیبوں کی مشق کے لئے اپنے طلباء کو باقاعدہ سبقاً سبقاً پڑھایا کرتے تھے۔ جس دیوان کو سبقاً سبقاً پڑھائے جانے کا شرف حاصل رہا ہو۔ اس کی نقلوں کی تعداد ظاہر ہے کم نہ ہو گی۔ جیسا کہ دستور ہے کثرت تداول سے ابن احمد کے دیوان میں روانیوں کا اختلاف بھی بہت ہو گا۔ ان امور کی تصدیق ذیل کے واقعہ سے ہوتی ہے:

(قال ابوسعید السكري) أخبرني أبوذكوان، حدثنا موسى بن سعيد بن مسلم، قال:
كان ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ يَؤْذِنُ بِأَنْ دَخُلَ الْأَصْمَى وَنَحْنُ نَقْرُأُ شِعْرَ ابْنِ أَحْمَرَ
اغدوأواعدالحيتيالزبيلا لوجه لاسريده بدالا

(بیت حاشیہ) اشعار بذیل کے علاوہ چند قبلیں کے شعراء کے دوادین ملے ہیں۔ بہر حال ان مجبوٹاً میں عمرو بن احمد بahlī کے قبیلہ "باصلة" کا ایک مجموعہ "کتاب باصلة" کے نام سے بھی ملتا ہے۔ ممکن ہے اس مجموعے میں ابن احمد کے اشعار بھی شامل ہوں۔ ان دوادین کے جامعین کے متعلق الامدی نے کچھ نہیں تایا۔ البته ابن الدیم (۴۲۸۵ھ) نے کتاب الفہرست میں جن ۲۹ مختلف قبلیں کے دوادین کا ذکر کیا ہے ان کے جامعین کے نام بھی تائے ہیں۔ مگر ابن الدیم کے ہاں اشعار بahlī باہمہ کا ذکر نہیں ہے۔

الى ان بلغنا الى قوله :

ارى ذا شيبة حمال ثقل وابعف مثل صدر السيف نالا

قال الاصمعي : بالا - فصاح ابن الاعرابي : نالا ، نالا ، بالنون مت النوال نخدشني
يموت بن المزرع عن ابي امامه الباهلي وحضر مجلس ، ان ابن الاعرابي اتفصح بهذا ، ثم

احتال فاحضر نسخة فيها شعر عمر وبن احمر وقد غير البيت الاول منها ، فجعله ،
اغدوأ واعدا الحين الزبالا وشوتاً لا يبالي العبر بالله

ابن احمر باهلي کے دیوان کا ایک نسخہ البر المفتح عثمان بن جنی (متوفی ۱۴۹۲ھ) کے پاس بھی
تھا ، جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب "خصائص" میں کیا ہے۔ وہ ابن احمر کے دو اشعار
پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ولم یسند أبو زید هذیت البیتین إلى ابن أحمر ولاها
الیضاً فی دیوانه۔ اللہ

ان دو مثالوں سے ہرگز یہ مطلب نہ لینا چاہیے کہ ابن احمر کے دیوان کی نقلیں صرف انہی حضرات کے
پاس تھیں۔ یہ امر بدستی ہے کہ ابن احمر کا دیوان اتنا ہی عام تھا جتنا امر والقین ، اعشی ، اخطل

۱۔ شرح مالیع فیه التصحیف والتحریف لأبی احتدالحسن بن عبد اللہ بن سعید العسكری

ط القاهرة ۱۹۶۳ م ص ۱۵۲ - ۱۵۳

۱۱۔ الخصائص لابن جنی ج ۲ ص ۲۲۲ ، پتہ شہیں ابو زید الانصاری (م ۵۲۱ھ) نے کیوں ان
دونوں شعروں کو ابن احمر کی طرف منسوب نہیں کیا۔ حالانکہ یہ دونوں شعر دیوان میں موجود
تھے۔ دیکھئے ابو زید القرشی (م ۵۰۰ھ) نے جمہرہ اشعار العرب میں عمر و بن احمر باہلی کے
مشوبات کا انتخاب کیا تو جس قصیدے میں یہ دونوں شعر ہیں اس کو پورا نقل کیا ہے۔ چنانچہ
ابن احمر کے اس رائیہ میں سات اشعار کے بعد یہ دونوں شعر موجود ہیں۔ اس سے بڑھ کر عجیب
بات یہ ہے کہ ابن جنی بھی کہتے ہیں : ولأهَا أليضاً فی دیوانه۔ غالباً ان دونوں کے پاس
دیوان ابن احمر کے نسخہ ناقص تھے۔ کیونکہ ان سے پہلے ابو زید القرشی ان اشعار کو پورے
قصیدے کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کر چکے تھے۔

اور دیگر شعرا کے دواوین۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آج ان شعرا کے دواوین دستیاب ہیں اور ابن احمد کا دیوان تواریخ زمانہ کی نذر ہو گیا۔

مشہور لغت نولیس حسن بن محمد بن حسن صفائی (متوفی ۶۵۰ھ) کی مؤلفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے شعرا کے دواوین کے علاوہ ان کے پیش نظر ابن احمد کا دیوان بھی تھا۔ اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ صفائی کی کتابوں میں ابن احمد کے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ علامہ صفائی کے مشہور و معروف لغت "العباب الزاخر" میں شواہد کے ما قبل اور ما بعد کے اشعار بھی موجود ہیں، جبکہ دوسری کے ہاں صرف شواہد پر اتفاقی کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں العباب میں ابن احمد کے ایسے اشعار بھی موجود ہیں جو لغت و ادب کی دوسری کتابوں میں نہیں ملتے۔

عمرو بن احمد بالہی کے دیوان کا ساراغ مشہور مؤرخ مخلطفانی بن قلیع بن عبد اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) کے ہاں بھی ملتا ہے، جیسا کہ عبدالقادر البغدادی کی کتاب خزانۃ الادب سے ظاہر ہے۔ بغدادی نے تو ابن احمد کے دیوان کے کئی نسخے دیکھے ہیں۔ وہ ابن احمد کے ایک شعر کے پیدے مصروع بتیا، قفر و المطی کا نہایہ کی مختلف روایات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛ هذا کلام من لم یقف علی الروایة، والتنی فی عامۃ نسخ شعرو (رأی شعر ابن احمد)؛ "أَرِيهِمْ سَهْلِيَا وَالْمَطْيَ كَانُهَا"۔

باہلی کے دیوان کا ذکر مندرجہ ذیل فہارس میں بھی موجود ہے:

۱ - ابن خلیفہ الاشبيلی؛ فهرست مارواہ عن شیوخہ، ط بیروت ۱۹۴۳ھ، ص ۳۹۳، ۳۹۴۔

۲ - حاجی خلیفہ کشف الظنوں ط استنبول ۱۳۶۰ھ ج ۱ ص ۴۳۔

۳ - السید الحسین العباسی النبهانی (متوفی بعد ۹۵۰ھ)؛ التذکار الجامع للآثار (خطی)

صیغہ تصویرات کتب خانہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ورقہ ۵۴۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دیگر نوادر کے ساتھ ابن احمد بالی کا دیوان بھی دست بُردن زمانہ کی نذر ہو گیا۔ چنانچہ آج ہمیں دنیا کے کسی کتب خانہ کی مطبوعہ فہرست یا عربی زبان کے مخطوطات کے دستیاب ذخیروں میں ابن احمد کے دیوان کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس شاعر کے اشعار کو کیوں جمع کر کے ایک دیوان کی شکل دی جائے۔

یہ تو بخوبی معلوم ہے کہ باہلی ایک مخفی شاعر تھے اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد بھی بہت سے شعر

کہے۔ خلفائے راشدین کی مدرج میں بھی کلام چھوڑا ہے۔ ایسے شاعر کے کلام کو محفوظ کرنا ایک مفید علمی کام ہوگا۔ ابن احمد راہلی کے اشعار کو جمع کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ:

۱۔ یہ اس عہد کے شاعر ہیں جس میں رسول مقبول اور خلفائے راشدین نے زندگی بسر کی۔ چنانچہ ان کے کلام سے اس عہد کے بارے میں بہت سی معلومات منظر عام پر آسکتی ہیں۔

۲۔ قرآن کریم کی زبان اور ترکیبیں کو سمجھنے کے لئے اس عہد کے عربی ترجمہ کا مطالعہ بہت ضروری ہے، کلمات کی تشریح اور مخصوص معانی اس عہد کے اشعار میں کسی حد تک عمدگی سے محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متقدیں نے قرآن فہمی کے لئے جن شعرا کے کلام کو خاص طور پر مد نظر رکھا ہے ان میں عرو بن احمد راہلی بھی شامل ہیں۔ تفسیر، علوم القرآن کتب حدیث کی شرحوں میں ابن احمد کے کلام کا مقتدر حصہ بطور شواہد پیش کیا گیا ہے۔ اس شاعر کے اشعار قرآن و حدیث کی زبان سمجھنے میں کافی مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور پھر اس عہد کی خوبی ترکیب، محاورے اور روزمرے جو عموماً اشعار میں سمجھے ہوئے ہیں، اس عہد کی سانی دادبی تصویر پیش کرتے ہیں۔

۳۔ تاریخی واقعات جس طرح تاریخ کی تابلوں میں موجود ہوتے ہیں، ان کے علاوہ بین السطور بھی کچھ واقعات ہوتے ہیں جن سے بعض اوقات موڑخ دافتہ یا نادافتہ طور پر اعراض کر جاتا ہے۔ مگر اس عہد کا شاعر نہایت خوش اسلوبی سے ان کی طرف اشارہ کر جاتا ہے۔ اور یہی اشارات آنے والے دور میں ایک قیمتی سرمایہ ثابت ہوتے ہیں۔

ابن احمد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان رہے۔ کئی واقعات خود ان پر گزرنے، کئی واقعات انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور بہت سے واقعات انہوں نے مستند ذرائع سے نہیں۔ یہ واقعات اپنی سمجھی تصویر کے ساتھ ابن احمد کے اشعار میں جگہ پا گئے۔ ابن احمد سپاہی تھے، بہت سی جنگوں میں انہوں نے حصہ لیا۔ حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں اہل ردم کے خلاف کئی نژادیوں میں شامل رہے۔ ان کے کلام میں ان جنگوں اور دوسرے اہم واقعات کی تصویر کشی ایک فطری امر ہے۔ بلاشبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن احمد کا دریوان ایک بیش قیمت سرمایہ ہے جس سے تاریخ کے بہت سے گوشے روشن ہو سکتے ہیں۔

۴۔ ابن احمد سجد کے شاعر تھے۔ اور بد قسمتی سے یہ وہ علاقہ ہے جس کی طرف آثار قدیمیہ کے ماہرین

نے کا حق، توجہ نہیں کی۔ بہر حال اب سعودی عرب کے معروف جغرافیہ دان جناب صد الجاسر جو رسالہ "العرب" کے مدیر اعلیٰ میں، ان کی خصوصی توجہ سے اس خطہ کے آثار مدیر کی کھدائی کا کام شروع ہوا ہے۔ سجدہ اور اس کے گرد و نواح میں بہت سی بستیاں تھیں جو اب صفحہ ہستی سے مت چکی ہیں۔ بہت سے مقامات اور وادیاں اب کہیں نظر نہیں آتیں۔ مگر عربوں کے قدیم شریخوں میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس دور کے ادب کا بہت ساحصہ شاعری میں ہے۔ اپنی وادیوں اور بستیوں میں اس علاقہ کے شعراً رُکھو ہتے پھرتے تھے۔ ان نیت و نابود وادیوں کو صرف ان شاعروں کے کلام میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ابن احمد کے شعر سجدہ اور اس کے گرد و نواح کے مقامات کی تعین کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کئی مقامات کے محل و قوع کے سلسلے میں ابن احمد کا کلام بہت ہی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ مربوط شکل میں کلام جمع ہو جانے کے بعد تو ان مقامات کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ کیا ابن احمد نے اس قسم کی معلومات ہبھم پہنچائی ہیں؟ اس کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ قدیم جغرافیہ نویسوں نے دوسرے شعراً کے علاوہ ابن احمد کے بھی کئی اشعار کو بعض مقامات کی نشاندہی کے لئے بطور شواہد پیش کیا ہے۔ بلکہ کچھ مقامات کی تعین تو صرف ابن احمد کے اشعار ہی سے کی گئی ہے۔

۵۔ عربی زبان کے اس عظیم شاعر کو جو عموماً شاذ اور مشکل الفاظ کا استعمال پسند کرتا تھا یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے بہت سے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں، جن کا وجود اس سے قبل کی عربی زبان میں نہیں ملتا۔ اس امر کا اعتراف کئی لغویوں نے کیا ہے۔ "غزیب کلمات" کے استعمال

۱۲۔ آپ اسی سے امنانہ لگائیں کہ البکری نے مجم ماستعجم میں ابن احمد کے اشعار کو ۲۶۴ مختلف صفحات پر مختلف مقامات کی تعین و توصیف (PERSCRIPITION) کے لئے پیش کیا ہے۔ اسی مقصد کے لئے یاقوت الحموی نے مجم المدنیا میں بہت سے اشعار دیئے ہیں۔ علاوہ بریں لسان العرب، تاج العرب، تہذیب اللغۃ اور العباب از انحر جیسی لغت کی کتابوں میں ابن احمد کے کئی شعر مقامات کی تعین و توصیف کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔

پر لغت اور ادب کی کتابوں میں کئی مقامات پر، ابن احمد کی ستائش کی گئی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ لا اعلم أحداً آنی بھاً لاؤ ابن احمد الباہلی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ابن الاحسن الباہلی کے سوا کسی اور نے بھی ان الفاظ کو اس سے پہلے شعر میں استعمال کیا ہے۔

۴۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ، ابن احمد الہبی و بر کے شاعر تھے اور ان کی زبان خالص عربی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس عقیم شاعر کی خدمات کو سراہا جائے اور اس کے کلام کو جمع کر کے اسے محفوظ کیا جائے۔

شعر کے خلائق شدہ سرمائے کو اس طرح زندہ کرنے کا سہرا پاک و ہند کے ممتاز عالم، عربی کے پروفیسر مولا ن عبدالعزیز المیمنی کے سر ہے، جنہوں نے سب سے پہلے اس امر کی طرف دنیا میں عربی کی توجہ مندوں کرائی۔ ان کے تابعے ہوئے طریقے پر جل کر دیگر حضرات کی طرح میں نے بھی اس ضروری اور اہم کام کو استاد محترم میمن صاحب ہی کی نگرانی میں ۱۹۶۵ء میں لاہور میں شروع کیا تھا۔ اور اللہ کے فضل سے ابن احمد کے باقیات ایک دیوان کی شکل میں جمع ہو چکے ہیں۔ میں نے یہ اشعار مندرجہ ذیل کتب سے جمع کئے ہیں۔ ان میں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مخطوطات سے بھی مدد لی گئی ہے:

۱۔ عربی زبان کے لغات۔

۲۔ عربی ادب کی کلاسیکل کتابیں۔

۳۔ عربی زبان کی قواعد اور تنقید کی کتابیں۔

۴۔ تاریخ اور جغرافیہ کی کتابیں جو میں شعری سرمایہ موجود ہے۔

۵۔ قرآن کریم کی تفاسیر، علوم القرآن پر مختلف کتب اور احادیث کی شرحیں۔

۶۔ عربی اشعار کے مختلف مجموعے۔

۷۔ مختلف شعراء کے دو اور کی شروع۔

ان کتابوں سے ابن احمد کے اشعار کو ان کی مختلف روایات کے ساتھ جمع کر لیا گیا ہے۔ صحیح ترین

۱۳۔ دیکھئے الخصائص ج ۱۲ ص ۲۱، اور اصحی نے تو کئی جگہوں پر کہا ہے۔ لسان العرب میں کافی الفاظ ہیں جن کے ضمن میں یہ توصیفی کلمات آئے ہیں۔

روایت کو اصل قرار دے کر باقی روایات کو حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے جو شواہد میسر آ سکے ہیں، صحیح کئے گئے ہیں۔ اعلام کے تلاجم اور محفل و اتحاد کی تفاصیل فراہم کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

ان اشعار کو صحیح کرنے کے بعد تدریج طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی یہ تمام اشعار ابن حمزة ہیں یعنی کے ہیں جبکہ اس کے علاوہ اور بھی کئی شاعر ابن الحمزة می موجود ہیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کا کلام اس شاعر کے ساتھ مل گیا ہو۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ابن الحمزة شعراء کا جائزہ لینا چاہیئے۔ اس کے بعد اس سوال کا جواب تلاش کرنا چاہیئے۔

الامدی تے اپنی کتاب 'المؤتلف والمخالف' میں ابن الحمزة میں چار شعراء کا ذکر کیا ہے:

- ۱ - عمرو بن الحمزة الباهی۔ یہی صاحب ہیں کہن کا کلام ہم نے صحیح کیا ہے۔
- ۲ - ابن الحمزة الجلی: قدیم اسلامی شاعر ہیں۔
- ۳ - ابن الحمزة الکنافی: ان کا نام حصیٰ ہے، یہ جاہلی شاعر ہیں۔
- ۴ - ابن الحمزة الیادی۔

مُؤخر الذکر تینیوں شعراء کا ذکر کتب ادب میں ان کی نسبت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی پہلے کو الجلی دوسرے کو الکنافی اور تیسرا کو الیادی۔ لیکن ان کے برعکس عمرو بن الحمزة کو ابن الحمزة، عمرو بن الحمزة، عمرو بن الحمزة الباهی اور ابن الحمزة الباهی چار طریقوں سے ذکر کرتے ہیں۔

ان شعراء میں ابن الحمزة الیادی کا ایک شعر کے علاوہ اور کچھ کلام نہیں ملا۔ الامدی کہتے ہیں:

لَمْ يَقِعْ إِلَيْيَّ مِنْ شِعْرٍ كَثِيرٌ شَيْءٌ إِلَّا نَدِيَ وَجَدَتْ لَهُ فِي كِتَابٍ إِيمَادَ بَيْتًا وَهُوَ

مِنْ يَنْهِيَنَاتٍ عَنْ لُذْكَ وَعَنْ حَمْقٍ مِنْ بَرْدَ وَمِنْ دَعْمٍ

اس کے علاوہ باقی دونوں شاعروں کے کلام کے دحود کی نفی تو کسی کتاب میں موجود نہیں البتہ ان کے کلام کا فقدم ان اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے مجموعے بھی کسی طرح دست بُرْدَ مانش کی نذر ہو گئے، یاد و تھے ہی کم گو، اور ان کے اشعار محفوظ نہیں رکھے گئے، حرف ان کے نام آج باقی ہیں۔ ابن الحمزة الجلی اور حصیٰ بن الحمزة الکنافی کے دو شر این منظور نے لسان العرب میں دیئے ہیں۔ مگر جہاں ان کے شعر رکھئے ہیں وہاں ان کے ناموں کے ساتھ الجلی یا الکنافی ضرور لکھا ہے۔ اور پھر ان

چاروں شعرا کے ادوار میں فرق ہونے کی وجہ سے ان کا کلام ایک دوسرے سے بالکل میزہ ہے۔ ابن احمد بالہمی کی مشکل تر اکیب اور غریب کلمات میں دوسرے شعرا کے کلام کے اختلاط کی بہت کم تکنیقاً ہو سکتی ہے۔ موثور الذکر تین شعرا کے کلام کے وجود کی نفی یوں بھی ہو جاتی ہے کہ ان کے دوادیں کامی کے ذکر نہیں کیا۔ مگر اس کے برعکس ابن احمد بالہمی کے دیوان کا ذکر کثرت سے آتا ہے۔ ایک جگہ ابن احمد کے نام سے دیئے گئے اشعار دوسری جگہ ابن احمد بالہمی کے تحت اور تیسرا جگہ عمرو بن احمد بالہمی کے تحت پائے جاتے ہیں۔ ان وجہ کی پانپرہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جو کلام ہم نے جمع کیا ہے وہ عمرو بن احمد بالہمی کا ہی ہے۔

ابن احمد ان شعر میں سے نہ کچھ جو کثرت سے شرعاً کہتے ہیں۔ وہ ضرورت کے مطابق صرف عمدہ شرعاً کہتے ہیں۔ اگرچہ لغت و ادب کی کتابوں میں شاذ کلمات کی پناہ ابن احمد کا بیشتر کلام محفوظ ہو گیا ہے۔ مگر ان اشعار کے باسے کیے علم ہو جن میں غریب کلمات کا استعمال نہیں ہوا، یا جو نہایت سہیل اور آسان زبان میں ہے، یا جو بعض کتب میں دار و توہ ہوئے مگر وہ کتابیں اس وقت صفحہ سستی سے مٹ چکی ہیں۔ اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ ہم نے جمع کیا ہے وہ ان کا کل کلام ہے۔ بلکہ یہ اس کا ایک حصہ ہے اور باقی اشعار ضائع ہو چکے ہیں۔ اس امر کا پتہ یوں چلتا ہے کہ ادب و لغت کی کتابوں میں ابن احمد کے کئی اشعار سے پہلے یوں لکھا ہوا ملتا ہے۔ من قصيدة طويلة مگر بعد میں صرف چند اشعار ملتے ہیں۔ اسی طرح بعض تصانیف کے صرف دو یا ایک شعر کا ہمیں پتہ چلا ہے باقی سارے کاسارا قصیدہ ناپید ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کلام کا کتنا حصہ ضائع ہو گیا اور کتنا باقی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے اس مجموعے میں سارے چھسوں کے قریب اشعار جمع ہو گئے ہیں۔